کُفّار سے مشابہت اختیار کرنے کا شرعی حکم

از: محمد راشد ڈسکوی
رفیق شعبہ تصنیف وتالیف
واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

تمام ادیان میں صرف دینِ اسلام کو ہی جامع، کامل واکمل ہونے کا شرف حاصل ہے، دنیا کے کسی خطے میں رہنے والا، کوئی بھی انسان ہو، کسی بھی زبان کا ہو، کسی بھی نسل کا ہو، اگر وہ اپنی زندی کے کسی بھی شعبے کے بارے میں راہنمائی لینا چاہتا ہو، تو اس کے لیے اسلام میں راہنمائی کا سامان موجود ہے، اگر کوئی انسان اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی راہنمائی کے مطابق اپنی زندگی کو ترتیب دیتا ہے تو ایسے شخص کو دنیا وآخرت کی کامیابی کا مژدہ سنایا گیا ہے، اور اس کے برعکس کوئی مسلمان اپنی زندگی کے معمولات کے سرانجام دینے میں اسلامی احکامات کی طرف دیکھنے کے بجائے اسلام دشمن لوگوں کی طرف دیکھتا ہے (دیکھ کر ان کے طور طریقوں کو اختیار کرتا ہے، یہ طور طریقے، شکل وصورت میں ہوں یا لباس میں، کھانے میں ہوں یا سونے میں، معاملات میں ہوں یا معاشرت میں، اَخلاق میں ہوں یا کسی بھی طریقے میں ہوں) تو اس امر کو اسلام میں سخت ناپسند کیا گیا ہے، ایسے شخص کی پُر زور مذمت کرتے ہوئے اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے صاف فیصلہ سنا دیا ہے کہ ”جو شخص دنیا میں کسی کی مشابہت اختیار کرے گا، کل قیامت میں اس کا حشر اسی شخص کے ساتھ ہوگا“؛ اس لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کے کسی بھی موڑ پر، کسی بھی کام میں غیر مسلموں کا طریقہ یا مشابہت اختیار نہ کریں، ہماری مسلمانی کا تقاضیٰ بھی یہی ہے کہ ہم اپنے محبوب ﷺ کی صورت اور سیرت سے محبت کرتے ہوئے ان کی مبارک سنتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں اور اس خوفناک دن کی رسوائیوں سے بچ سکیں۔

تشبہ کی تعریف

اپنی حقیقت ،اپنی صورت ، ہیئت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت ، اس کی صورت اختیار کرنے اوراس کے وجود میں مدغم ہو جانے کا نام تشبہ ہے ۔(التنبہ علی مافي التشبہ للکاندھلويؒ، ص:۷،مکتبہ حکیم الامت کراچی)

شریعت مطہرہ مسلم وغیر مسلم کے درمیان ایک خاص قسم کا امتیاز چاہتی ہے کہ مسلم اپنی وضع قطع ، رہن سہن اور چال ڈھال میں غیر مسلم پر غالب اوراس سے ممتاز ہو،اس امتیاز کے لیے ظاہری علامت داڑھی اورلباس وغیرہ مقرر کی گئی کہ لباس ظاہری اور خارجی علامت ہے ۔اور خود انسانی جسم میں داڑھی اور ختنہ کوفارق قرار دیا گیاہے ۔

نبی اکرم ﷺ نے موقع بہ موقع اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو غیر مسلموں کے مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایاہے ۔ذیل میں ان میں سے کچھ احکامات ذکر کیے جاتے ہیں :

اللہ رب العزت کی طرف سے بواسطہ نبی اکرم ﷺ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مسلمین کفارو یہود اورنصاریٰ سے دور رکھنے کی متعدد مقامات پر تلقین کی گئی ،مثلاً:

﴿یآأیّھا الّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارىٰ أولیاء، بَعْضُھُمْ أولیاءُ بَعْضٍ، وَّمَنْ یَتَوَلَّھُمْ مِنْکُمْ، فإِنّه مِنْھُمْ، إنّ اللّٰہَ لَا یَھْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

ترجمہ:’’ اے ایمان والو! مت بناو یہود اور نصاریٰ کو دوست ،وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے،اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے اِن سے ،تو وہ انھی میں سے ہے،اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو‘‘۔(تفسیر عثمانی ،ص:۱۵۰)

﴿یآ أیُّھَا الّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (آل عمران: ۱۵۶)

ترجمہ:اے ایمان والوتم نہ ہو(جاؤ)ان کی طرح جو کافر ہوئے ۔(تفسیر عثمانی ،ص:۹۰)

سنن ترمذی میں ایک روایت ہے،جس میں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ:

’’جو شخص ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں، اِرشادفرمایا کہ تم یہوداور نصاری کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو‘‘۔

(سنن الترمذي، کتاب الاستیذان، رقم الحدیث: ۲۶۹۵)

اس حدیث کی شرح میں صاحب تحفۃ الأحوذي لکھتے ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کے کسی بھی فعل میں مشابہت اختیار نہ کرو۔ (تحفۃ الاحوذی: ۵۰۴/۷)

سنن ابی داؤد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا''. (سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۳۰)

علامہ سہارنپوریؒ لکھتے ہیں کہ مشابہت عام ہے، خیر کے کاموں میں ہو یا شر کے کاموں میں، انجام کار وہ ان کے ساتھ ہوگا، خیر یا شر میں۔ (بذل المجہود: ۵۹/۴)

''مَنْ تَشَبَّهَ'' کی شرح میں ملاعلی القاریؒ لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص کفار کی، فساق کی، فجار کی یا پھر نیک وصلحاء کی، لباس وغیرہ میں (ہو یا کسی اور صورت میں) مشابہت اختیار کرے وہ گناہ اور خیر میں ان کے ہی ساتھ ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۳۴۷، ۲۲۲/۸، رشیدیہ)

ایک اور حدیثِ رسول ﷺ میں ہے:

''ہم میں، اور مشرکین کے درمیان فرق (کی علامت) ٹوپیوں پر عمامہ کا باندھنا ہے''۔

یعنی: ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۷۸۔ مرقاۃ المفاتیح، رقم الحدیث: ۴۳۴۰، ۲۱۵/۸)

تشبہ کے بارے میں آثارِ صحابہ وتابعین:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جب سلطنتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اس بات کی فکر دامن گیر ہوئی کہ مسلمانوں کے عجمیوں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے اسلامی امتیازات میں کوئی فرق نہ آجائے، اس خطرے کے پیشِ نظر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی، تو دوسری طرف غیر مسلمین کے لیے بھی دستور قائم کیا۔

جیسا کہ حضرت ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ہم عتبۃ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خط بھیجا (جس میں بہت

سارے احکامات و ہدایات تھیں، منجملہ ان کے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ) ''تم اپنے آپ کو اہلِ شرک اور اہلِ کفر کے لباس اور ہیئت سے دور رکھنا''۔

(جامع الأصول، الكتاب الأول في اللباس، الفصل الرابع في الحرير، النوع الثاني، رقم الحديث: ٨٣٤٣، ١٠ / ٦٨٧ ،مكتبة دار البيان)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ

''اے مسلمانوں! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور جوتے پہنو....اور اپنے جدِ امجد اسماعیل علیہ السلام کے لباس (لنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو، (مبادا کہ تم لباس اور وضع قطع میں عجمیوں کے مشابہہ بن جاؤ)....اور موٹے، کھردرے اور پرانے لباس پہنو'(شعب الایمان، رقم الحدیث ۵۷۷۶، ج ۸، ص ۲۵۳)

اور دوسری طرف اہلِ نصاریٰ اور یہود کو دارالاسلام میں رہنے کی صورت میں بہت سے اُمور کا پابند کیا، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی مظبوط انداز میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی اَقدار کی حفاظت کی گئی ہے۔

چنانچہ! فتح شام کے موقع پر نصاریٰ شام کے عہدِ صلح کے بعد جو شرائط طے کی گئیں وہ یہ تھیں:

''ہم (نصاریٰ شام) مسلمانوں کی تعظیم وتوقیر کریں گے، اور اگر مسلمان ہماری مجالس میں بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لیے مجلس چھوڑ دیں گے، اور ہم کسی امر میں مسلمانوں کے ساتھ تشبہ اور مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ لباس میں، نہ عمامہ میں، نہ جوتے پہننے میں، اور نہ سر کی مانگ نکالنے میں، ہم اُن جیسا کلام نہیں کریں گے، اور نہ مسلمانوں جیسا نام اور کنیت رکھیں گے، اور نہ زین کی سواری کریں گے، نہ تلوار لٹکائیں گے، نہ کسی قسم کا ہتھیار بنائیں گے، اور نہ اُٹھائیں گے، اور نہ اپنی مہروں پر عربی نقش کندہ کروائیں گے، اور سر کے اگلے حصے کے بال کٹوائیں گے، اور ہم جہاں بھی رہیں گے، اپنی ہی وضع پر رہیں گے، اور گلوں میں زنار لٹکائیں گے، اور اپنے گرجاؤں پر صلیب کو بلند نہ کریں گے، اور مسلمانوں کے کسی راستہ اور بازار میں اپنی مذہبی کتاب شائع نہیں کریں گے، اور ہم گرجاؤں میں ناقوس نہایت آہستہ آواز میں بجائیں گے، اور ہم اپنے مُردوں کے ساتھ آگ لے کر نہیں جائیں گے (یہ آخری شرط مجوسیوں سے متعلق ہے)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شرائط نامہ لکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ملاحظہ کرنے کے لیے رکھا، تو انہوں نے اس شرائط نامہ میں کچھ مزید اضافہ کروایا جو یہ تھا:

''ہم کسی مسلمان کو ماریں گے نہیں، یعنی تکلیف نہیں پہنچائیں گے، ہم نے انہی شرائط پر اپنے لیے اور اپنے اہلِ مذہب کے لیے امان حاصل کیا ہے، پس اگر ہم نے شرائط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو ہمارا عہد اور امان ختم ہو جائے گا اور جو معاملہ اہلِ اسلام کے دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا'' (تفسیر ابن کثیر، سورہ توبہ:۲۹)

ایک اور روایت جسے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس میں کچھ مزید شرائط کا بھی ذکر ہے، جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

''ہم اپنی آبادی میں کوئی نیا گرجا گھر نہیں بنائیں گے، اور جو گرجا گھر خراب ہو جائیں گے، اس کی مرمت نہیں کروائیں گے، اور جو خطۂ زمین مسلمانوں کے لیے ہوگا، ہم اُسے آباد نہیں کریں گے، اور کسی مسلمان کو دن ہو یا رات، کسی وقت بھی گرجا میں اُترنے سے نہیں روکیں گے، اور اپنے گرجاؤں کے دروازے مسافروں اور گزرنے والوں کے لیے کشادہ رکھیں گے، اور تین دن تک ان مسلمان مہمانوں کی مہمان نوازی کریں گے، اور اپنے کسی گرجا اور کسی مکان میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے والے کو ٹھکانہ نہیں دیں گے، اور مسلمانوں کے لیے کسی غل وغش کو پوشیدہ نہیں رکھیں گے، اور اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے، اور کسی شرک کی رسم کو ظاہراً اور اعلانیہ طور پر نہیں کریں گے، اور نہ کسی کو شرک کی دعوت دیں گے، اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کو اسلام میں داخل ہونے سے روکیں گے''۔

مذکورہ بالا شرائط کو دیکھتے ہوئے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اسلامی تہذیب و تمدن اور تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے کس قدر اہتمام کیا گیا؛ اس لیے کہ اسلام میں غیروں کے طور طریقوں کا داخل ہو جانا مسخِ اسلام اور تخریبِ اسلام ہے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''تشبہ بالغیر فی الحقیقت تخریبِ حدود اور ابطالِ ذاتیات کا نام ہے''۔ (مجموعہ رسائل حکیم الاسلام،

اسلامی تہذیب وتمدن: ۴۸۵/۵)

غیروں کے ساتھ اختلاط، میل جول اختیار کرنے سے کس قدر سختی سے اور کن کن طریقوں سے روکا گیا، اس کا اندازہ اس مکالمے سے بخوبی ہوسکتا ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا، وہ یہ ہے:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے یہاں ایک نصرانی کاتب ملازم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے کیا ہوگیا؟ خدا تجھے غارت کرے! کیا تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں سنا کہ ''یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ؛ کیوں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں''۔ تو نے کسی مسلمان کو ملازم کیوں نہیں رکھا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین! میرے لیے اس کی کتابت ہے اور اس کے لیے اس کا اپنا دین۔ (یعنی: وہ نصرانی ہے تو کیا ہوا، مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے، میرا اس کے دین سے کیا تعلق؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن کی اہانت اللہ تعالیٰ نے کی ہے، میں ان کی تکریم نہیں کروں گا، جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے میں ان کو عزت نہیں دوں گا، جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کیا ہے میں ان کو قریب نہیں کروں گا'' (المستطرف: ۶۰/۲)۔

اس پرمغز مکالمے سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ

(۱) جب تک کوئی اضطراری حالت داعی نہ ہو اس وقت تک اصل یہی ہے کہ غیر مسلمین سے استغاثہ اور وہ بھی ایسا کہ جس میں ان کی تکریم ہوتی ہو، دینِ متین کی فہم حقیقی اور عقل ودانش اس کی اجازت نہیں دیتی۔

(۲) یہ عذر قابلِ سماعت نہیں ہے کہ ہمیں تو ان کی صرف خدمات درکار ہیں، نہ کہ ان کا مذہب؛ کیوں کہ اس تحصیلِ خدمت کے ذیل میں ان کے ساتھ معیت ہماری اس شدت اور تغلیظ کو کم کردے گی یا محو کردے گی جو ایک مسلمان کا اسلامی شعار بتایا گیا ہے، اور یہی قلتِ تغلیظ بالآخر مداہنت وچشم پوشی اور اعراض عن الدین کا مقدمہ بن کر کتنے ہی شرعی منکرات کی نشو ونما کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

(۳) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی شخص ان جیسا تدین نہیں لاسکتا؛ لیکن اگر کوئی شخص بالفرض لے بھی آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو تو کفار کی خدمات حاصل کرنے سے روکا جائے اور اسے نہ روکا جائے۔

یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص پختہ اور راسخ الایمان بھی ہے اور اس اشتراکِ عمل سے اس میں کوئی تزلزل بھی نہیں آسکتا؛ لیکن یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایسی ذمہ دار ہستی کا اشتراکِ عمل، عامۃ المسلمین کے لیے کفار سے استعانت اور اختلاط کے معاملے میں شبہ کا باعث بن جائے اور عوام اپنے لیے اس فعل کو حجت شمار کریں اور اس طرح یہ اختلاط والتباس عام ہوکر ناقابلِ تدارک مفاسد کا باعث بن جائے۔

(۴) جس مخلوق کی اس کے خالق نے تکریم نہ کی، اور ان کے لیے عزت کا کوئی شمہ گوارا نہ کیا، تو اُسی خالق کے پرستاروں کی غیرت وحمیت کے خلاف ہے کہ وہ اس کے اعداء کی تکریم کریں، وہ جسے پھٹکار دے، یہ اس سے پیار کریں۔

(۵) اسلام میں سیاستِ محضہ مقصود نہیں؛ بلکہ محض دین مقصود ہے، سیاسی الجھنیں محض تحفظِ دین کے لیے برداشت کی جاتی ہیں، پس اگر کوئی سیاست ہی کا کوئی شعبہ تخریبِ دین یا مداہنت و حق پوشی کا ذریعہ بننے لگے، تو بے دریغ اس کو قطع کرکے دین کی حفاظت کی جائیگی، ورنہ بصورتِ خلاف قلبِ موضوع لازم آجائے گا کہ وسیلہ مقصود ہوجائے اور مقصود وسیلہ کے درجہ پر بھی نہ رہے گا۔ (مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، اسلامی تہذیب وتمدن: ۵/۹۷، ۹۸)

تشبہ بالکفار کے مفاسد:

غیروں کی وضع قطع اور ان جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں:

(۱) پہلا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ کفر اور اسلام میں ظاہراً کوئی امتیاز نہیں رہے گا، اور ملتِ حقہ، ملتِ باطلہ کے ساتھ ملتبس ہوجائے گی، سچ پوچھیے تو حقیقت یہ ہے کہ "تشبہ بالنصاریٰ" (معاذ اللہ) نصرانیت کا دروازہ اور دہلیز ہے۔

(۲) دوم یہ کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے، آخر دینی نشان اور دینی پہچان بھی تو کوئی چیز ہے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں دین کا ہے، پس اگر یہ ضروری ہے تو اس کا طریقہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ کسی دوسری قوم کا لباس نہ پہنیں، جیسے اور قومیں اپنی

اپنی وضع کی پابند ہیں، اسی طرح اسلامی غیرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہم اپنی وضع کے پابندر ہیں، اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔

(۳) کافروں کا معاشرہ، تمدن اور لباس اختیار کرنا در پردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے؛ بلکہ اپنی کمتری اور تابع ہونے کا اقرار اور اعلان ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

(۴) نیز! اس تشبہ بالکفار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور داعیہ پیدا ہوگا، جو صراحۃً نصِ قرآنی سے ممنوع ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ، وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ. (الهود: ۱۱۳)

ترجمہ: اور تم ان کی طرف مت جھکو، جو ظالم ہیں، مبادا ان کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے تم کو آگ نہ پکڑ لے، اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا دوست اور مددگار نہیں، پھر تم کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

بلکہ غیر مسلموں کا لباس اور شعار اختیار کرنا ان کی محبت کی علامت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ، بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ، فَإِنَّهٗ مِنْهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ. (المائدة: ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں، وہ تمہارے دوست نہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا، وہ انہی میں سے ہوگا، تحقیق اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

(۵) اس کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی لباس اور اسلامی تمدن کے استہزاء اور تمسخر کی نوبت آئے گی، اسلامی لباس کو حقیر سمجھے گا، اور تبعاً اس کے پہننے والوں کو بھی حقیر سمجھے گا، اگر اسلامی لباس کو حقیر نہ سمجھتا تو انگریزی لباس کو کیوں اختیار کرتا؟

(۶) اسلامی احکام کے اجراء میں دشواری پیش آئے گی، مسلمان اس کافرانہ صورت کو دیکھ کر گمان کریں گے کہ یہ کوئی یہودی یا نصرانی ہے، یا ہندو ہے، اور اگر کوئی ایسی لاش مل جائے تو تردد ہوگا کہ اس کافرنما مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھیں یا نہیں؟! اور کس قبرستان میں دفن کریں؟

(۷) جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر دوسری قوم کی وضع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہے گی، اور جب قوم ہی نے اس کی عزت نہ کی تو غیروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس

کی عزت کریں، غیر بھی اُسی کی عزت کرتے ہیں جس کی قوم میں عزت ہو۔

(۸) دوسری قوم کا لباس اختیار کرنا اپنی قوم سے لاتعلقی کی علامت ہے۔

(۹) افسوس! کہ دعویٰ تو ہے اسلام کا؛ مگر لباس، طعام، معاشرت، تمدن، زبان اور طرزِ زندگی سب کا سب اسلام کے دشمنوں جیسا! جب حال یہ ہے تو اسلام کے دعوے ہی کی کیا ضرورت ہے؟! اسلام کو ایسے مسلمانوں کی نہ کوئی حاجت ہے اور نہ ہی کوئی پرواہ کہ جو اس کے دشمنوں کی مشابہت کو اپنے لیے موجبِ عزت اور باعثِ فخر سمجھتے ہوں۔ (التنبہ علی مافی التشبہ للکاندھلویؒ: ۱۶ تا ۲۰)

تشبہ کے فقہی اعتبار سے مراتب

تشبہ کی ممانعت اور مفاسد اچھی طرح ظاہر ہوجانے کے بعد جاننا چاہیے کہ تشبہ بالکفار کے وہ کون سے مراتب ہیں، جن سے تشبہ کے جواز، عدمِ جواز، حرمت وکراہت، استحسان وعدمِ استحسان اور امکان وعدمِ امکان کی تفصیلات واضح ہوکر سامنے آسکیں۔

چناں چہ انسان سے صادر ہونے والے افعال واعمال کی دو ہی قسمیں ہوسکتی ہیں: اضطراری امور اور اختیاری امور۔ ذیل میں ہر دو قسموں پر تفصیلی بحث نقل کی جاتی ہے۔

اضطراری امور میں تشبہ اختیار کرنے کا حکم

اضطراری امور سے مراد وہ امور ہیں جن کے ایجاد وعدمِ ایجاد میں انسانی اختیارات کو کوئی دخل نہیں ہوتا، مثلاً: انسان کی خلقی اوضاع واطوار اور جبلّی اقتضاءات، یعنی اس کے اعضاءِ بدن، چہرہ مہرہ، پھر اس کے ذاتی عوارض، مثلاً: بھوک پیاس لگنا، اس اندرونی داعیہ کی بناء پر کھانے پینے پر مجبور ہونا، اپنے بدن کو ڈھانپنا وغیرہ ایسے امور ہیں جو اضطراری ہیں اور وہ نہ بھی چاہے، تب بھی یہ جذبات اس کے دل پر ہجوم کرتے رہتے ہیں۔

تو ظاہر ہے کہ شریعت ایسے امور میں انسان کو خطاب نہیں کرتی، یہ امور کفار وغیر کفار میں مشترک ہیں، یہ نہیں کہا جائے گا کہ منع تشبہ کی وجہ سے اس اشتراک کو ختم کیا جائے، یعنی: شریعت ان امور میں یہ نہیں کہتی کہ چوں کہ کفار کھانا کھاتے ہیں تو ان کی مشابہت کو ترک کرتے ہوئے تم کھانا نہ کھاؤ، یا چوں کہ وہ (کفار) لباس پہنتے ہیں تم ان کی مشابہت سے بچنے کے لیے لباس نہ پہنو، یا چوں کہ ان کے ہاتھ، پیر، ناک، کان ہیں تم ان کی مخالفت میں اپنے یہ اعضاء کاٹ ڈالو؛

بلکہ شریعت اس بات کا حکم دیتی ہے کہ تم کھانا تو ضرور کھاؤ لیکن تم کھانے کے طریقے کو ترکِ تشبہ کے ذریعے ممتاز ضرور بناؤ؛ کیوں کہ یہ تمہارا اختیاری فعل ہے، اضطراری نہیں۔ اسی طرح شریعت یہ نہیں کہتی کہ ترکِ تشبہ کے جوش میں تم لباس پہننا ہی ترک کردو؛ لیکن یہ ضرور کہتی ہے کہ تم لباس کی وضع قطع کو غیر اقوام کے لباس سے ممتاز اور نمایاں رکھو کہ یہ ضرور تمہارے حدود واختیار میں ہے۔

شریعت کبھی یہ نہیں کہے گی کہ اپنے اعضاءِ بدن کاٹ ڈالو کہ یہ تمہارے اعضاءِ جوارح غیر مسلم اقوام کی طرح ہیں؛ اس لیے بوجہ مشابہت یہ نہیں ہونے چاہئیں، ہاں یہ ضرور کہے گی کہ ٹھیک ہے کہ ان کا وجود میں آنا تمہارے اختیار یا ایجاد سے نہیں ہوا لیکن تمہارے ان اعضاء کی تزیین اور بناؤ سنگھار کا غیر اقوام سے ممتاز اور نمایاں ہونا تو تمہارے اختیار کا ہی فعل ہے، وہ چھوٹنے نہ پائے۔

اختیاری امور میں تشبہ اختیار کرنے کا حکم

اس کے بعد انسان سے صادر ہونے والے افعال اختیاری طور پر صادر ہوتے ہیں، ان اختیاری امور کی دو قسمیں ہیں: مذہبی امور اور معاشرتی وعادی امور۔

مذہبی امور میں تشبہ کا حکم

مذہبی امور سے مراد وہ امور واعمال ہیں، جن کا تعلق مذہب سے ہو، یعنی: ان افعال واعمال کو عبادت کے طور پر کیا جاتا ہو، جیسے: نصاریٰ کی طرح سینے پر صلیب لٹکانا، ہندوؤں کی طرح زنار باندھنا یا پیشانی پر قشقہ لگانا، یا سکھوں کی طرح ہاتھ میں لوہے کا کڑا پہننا وغیرہ، تو اس قسم کے مذہبی امور میں غیر اقوام کی مشابہت اختیار کرنا بالکلیہ ناجائز اور حرام ہے۔

معاشرت وعادی امور میں تشبہ کا حکم

معاشرتی وعادی امور بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ امور جو قبیح بالذات ہیں، یعنی: وہ امور جن سے شریعت نے براہِ راست منع کیا ہے کہ ان افعال کو نہ کیا جائے؛ دوسرے: وہ امور جو مباح بالذات ہیں، یعنی: وہ امور جن سے شریعت نے براہِ راست تو منع نہیں کیا؛ لیکن دیگر خارجی امور کی وجہ سے وہ ممنوع قرار دیے جاتے ہیں۔

قبیح بالذات امور میں تشبہ کا حکم

قبیح بالذات امور میں غیر مسلم اقوام کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے، جیسے: ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانا، ریشمی لباس استعمال کرنا، یا کسی قوم کی ایسی حرکت کی نقل اتارنا جن میں ان کے معبودانِ باطلہ کی تعظیم ہوتی ہو، جیسے: بتوں کے آگے جھکنا وغیرہ، ان افعال میں تشبہ کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ یہ امور قبیح بالذات ہیں، شریعت کی طرف سے ان کی ممانعت صاف طور پر آئی ہے۔

مباح بالذات امور میں تشبہ کا حکم

اگر وہ امور اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح نہ ہوں؛ بلکہ مباح ہوں تو ان کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک: وہ امور کسی غیر قوم کا شعار (یعنی: علامتی و شناختی نشان) ہوں، دوسرے: وہ افعال جو کسی غیر قوم کا شعار نہ ہوں، ہر دو کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے:

غیر اقوام کے شعار میں مشابہت کا حکم

اگر وہ (مباح بالذات) امور غیر مسلم اقوام کے شعار (یعنی: علامتی و شناختی نشان) میں سے ہوں تو ان امور میں غیر اقوام کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، مثلاً: غیر مسلم اقوام کا وہ لباس جو صرف انھی کی طرف منسوب ہو اور انھی کی نسبت سے مشہور ہو اور اس مخصوص لباس کو استعمال کرنے والا انھی میں سے سمجھا جاتا ہو، جیسے: بدھی اور قشقہ۔

مطلقاً غیروں کے افعال میں مشابہت کا حکم

اور اگر وہ مباح بالذات امور غیر مسلم اقوام کے شعار میں سے نہیں ہیں، تو پھر ان افعال کی دو قسمیں ہیں کہ ان افعال کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہے یا ان کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں ہے، ان دونوں قسموں میں مشابہت کا حکم ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

ذی بدل اشیاء میں غیروں کی مشابہت کا حکم

اگر ان مباح بالذات امور میں مسلمانوں کے پاس امتیازی طور ایسے طور طریقے موجود

ہوں جو کفار کے طور طریقوں کے مشابہ نہ ہوں تو ایسے امور میں غیروں کی مشابہت مکروہ ہے، کیوں کہ اسلامی غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان اقوام کی ان اشیاء کا استعمال بھی ترک کردیں جن کا بدل ہمارے پاس موجود ہو، ورنہ یہ مسلم اقوام کے لیے عزت کے خلاف ایک چیز ہوگی اور بلا ضرورت خوامخواہ دوسروں کا محتاج و دستِ نگر بنا پڑے گا۔

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان (یعنی: ملکِ ایران کی بنی ہوئی کمان) دیکھی تو ناخوشی سے ارشاد فرمایا کہ ''یہ کیا لیے ہوئے ہو؟ اسے پھنک دو اور عربی کمان اپنے ہاتھ میں رکھو، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت وشوکت دی اور بلادِ ارض کو مفتوح کیا''۔

(سنن ابن ماجة، باب السلاح، رقم الحدیث: ۲۸۱۰)

فارسی کمان کا بدل عربی کمان موجود تھا؛ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے غیرت دلا کر روک دیا؛ تا کہ غیر اقوام کے ساتھ ہر ممکن امتیاز پیدا ہو سکے اور چھوٹے سے چھوٹے اشتراک کا بھی انقطاع ہو جائے۔

غیر ذی بدل اشیاء میں غیروں کی مشابہت کا حکم

اور اگر غیر اقوام کی اشیاء ایسی ہوں کہ ان کا کوئی بدل مسلم اقوام کے پاس موجود نہ ہو، جیسے آج یورپ کی نئی نئی ایجادات، جدید اسلحہ، تہذیب وتمدن کے نئے نئے سامان، تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں یا تو ان کا استعمال تشبہ کی نیت سے کیا جائے گا یا تشبہ کی نیت سے نہیں کیا جائے گا، پہلی صورت میں استعمال جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ تشبہ بالکفار کو مقصود بنالینا، ان کی طرف میلان و رغبت کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا، اور کفار کی طرف میلان یقیناً اسلام کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ اسلام سے نکال دینے والی چیز ہے۔

نیز! غیر مسلموں کی تقلید کسی مسلم کو بامِ عروج پر نہیں پہنچا سکتی، جیسا کہ ظلمت کی تقلید نور کی چمک میں، مرض کی تقلید صحت میں، اور کسی ضد کی تقلید دوسری ضد میں کوئی اضافہ وقوت پیدا نہیں کرسکتی، ہاں! اگر ان چیزوں میں تشبہ کی نیت نہ ہو؛ بلکہ اتفاقی طور پر یا ضرورت کے طور پر استعمال میں آرہی ہوں، تو ضرورت کی حد تک ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، اسلامی تہذیب وتمدن: ۱۲۸/۵-۱۳۳، التنبہ علی ما في التشبہ للکاندھلویؒ ص: ۸-۱۲،

فیض الباری: ۱۵/۲، انوار الباری: ۱۱/۱۰۵، ۱۰۶)

خلاصہ کلام

پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنی تہذیب اور اپنی اَقدار کو باقی رکھتے ہوئے ہر غیر مسلم قوم کے طور طریقوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

فرمایا: شعار کی بحث صرف ان امور میں چلے گی، جن کے بارے میں صاحبِ شرع سے کوئی ممانعت کا حکم موجود نہ ہو، ورنہ ہر ممنوعِ شرعی سے احتراز کرنا ضرور ہوگا، خواہ وہ کسی قوم کا شعار ہو یا نہ ہو، اس کے بعد جن چیزوں کی ممانعت موجود نہ ہو، اگر وہ دوسروں کا شعار ہوں تو ان سے بھی مسلمانوں کو اجتناب کرنا ضروری ہوگا، اگر وہ نہ رُکیں اور ان کا تعامل بھی دوسروں کی طرح عام ہو جائے یہاں تک کہ اس زمانے کے مسلمان صلحاء بھی ان کو اختیار کرلیں تو پھر ممانعت کی سختی باقی نہ رہے گی، جس طرح کوٹ کا استعمال ابتداء میں صرف انگریزوں کے لباس کی نقل تھی، پھر وہ مسلمانوں میں رائج ہوا یہاں تک کہ پنجاب میں صلحاء اور علماء تک نے اختیار کرلیا تو جو قباحت شروع میں اختیار کرنے والوں کے لیے تھی، وہ آخر میں باقی نہ رہی، اور حکم بدل گیا، لیکن جو امور کفار و مشرکین میں بطورِ مذہبی شعار کے رائج ہیں یا جن کی ممانعت صاحبِ شرع ﷺ نے صراحۃً کر دی ہے، اُن میں جواز یا نرمی کا حکم کبھی بھی نہیں دیا جاسکتا۔ (انوار الباری: ۵/۱۰۱، فیض الباری: ۱۵/۲)

تشبہ سے متعلق اکابر علماء دیوبند کے فتاویٰ

لباس کی کن کن صورتوں میں تشبہ بالغیر ہے، اس کے بارے میں ہمارے علماء دیو بند نے وقتاً فوقتاً امتِ مسلمہ کی راہنمائی کی ہے، جن میں سے کچھ منتخب فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں، واضح رہے کہ لباس میں مشابہت (اگر وہ لباس غیروں کا مخصوص لباس نہ ہو تو اس) کا تعلق ہر ہر علاقے کے مزاج اور عرف کے ساتھ ہوتا ہے، ایک ہی چیز ایک شہر و علاقے میں عرف کی وجہ سے ناجائز ٹھہرتی ہے تو وہی چیز دوسرے علاقے میں عرف نہ ہونے کیوجہ سے جائز ہوتی؛ اس لیے اس معاملے میں اپنے علاقے کے ماہر و تجربہ کار مفتیانِ عظام سے رابطہ کر کے صورتِ حقیقی سے باخبر

رہنا ضروری ہوگا۔

پتلون پہننے کا حکم:

سوال: دورِ حاضر میں پتلون اور شرٹ پہننے کا اتنا رواج ہو گیا ہے کہ اب یہ کسی خاص قوم کا شعار نہیں رہا، نیز! قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لباس میں کوئی امتیازی نشان نہیں تھا، یہ بات اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ من تشبه بقوم فهو منهم میں جس مشابہت کا ذکر ہے، مشابہتِ لباس اس میں داخل نہیں ہے؛ اس لیے پتلون اور شرٹ کا پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، جناب اپنی تحقیق فرما کر ممنون فرمائیں، بينوا توجروا.

الجواب باسم ملهم الصواب:

آج کل کوٹ پتلون وغیرہ کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہو گیا ہے؛ مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے، بالفرض تشبہ بالکفار نہ بھی ہو تو تشبہ بالفساق میں تو کوئی شبہ نہیں، لہٰذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔

یہ کہنا صحیح نہیں کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لباس میں کوئی امتیاز نہ تھا، نیز! اگر کسی زمانہ یا کسی علاقہ میں امتیاز نہ ہو تو وہاں تشبہ کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوگا، یہ مسئلہ تو وہاں پیدا ہوگا، جہاں غیر مسلم قوم کا کوئی مخصوص لباس ہو، احادیث میں غیر مسلموں کے مخصوص لباس سے ممانعت صراحةً وارد ہوئی ہے۔

یہ تفصیل اس لباس کے بارے میں ہے، جس سے واجب الستر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو، جیسا آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے، تو اس کا پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب حرام ہے، جیسا کہ ننگے آدمی کو دیکھنا حرام ہے۔

(احسن الفتاویٰ، كتاب الحظر والاباحة، پتلون پهننے كا حكم: ۸/۶۴، ۶۵، ایچ ایم سعید)

مرد اور عورت کے لباس میں ایک دوسرے کی مشابہت

سوال: زعفران یا عصفر کے سوا تمام رنگ مرد کو شرعاً جائز ہیں؛ لیکن بعض علاقوں میں سیاہ

اورسرخ رنگ کے کپڑے عورتوں کا شعار سمجھے جاتے ہیں اور سفید کپڑے مردوں کا شعار سمجھے جاتے ہیں، کیا ان علاقوں میں مرد کو مختص بالنسار رنگوں کے کپڑے اور عورتوں کو مختص بالرجال رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب: مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا جائز نہیں؛ اس لیے ان علاقوں میں اس شعار کی رعایت رکھنا ضروری ہے، ایک دوسرے کا شعار اختیار کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والاباحۃ، مرد اور عورت کے لباس میں ایک دوسرے کی مشابہت: ۶۶/۸، ۶۷، ایچ ایم سعید)

ٹائی کا استعمال

سوال: کسی ملازمت میں ترقی کا معیار ٹائی باندھنے پر ہو تو ایسی صورت میں ٹائی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائے گا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی، کہیں ہلکی، جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے، وہاں اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا۔

اس پر محشی صاحب لکھتے ہیں: کہ ٹائی کا استعمال اگرچہ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے؛ مگر اس کے باوجود انگریزی لباس کا حصہ ہی ہے، اگر انگریزی لباس تصور نہ کیا جائے؛ لیکن فساق وفجار کا لباس تو بہرحال ہے، لہٰذا تشبہ بالفساق کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اہلِ صلاح اس لباس کو پسند بھی نہیں کرتے؛ کیوں کہ یہ علماء وصلحاء کے لباس کے خلاف ہے، تیسری بات یہ کہ اس کے علاوہ ٹائی میں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدہ ''صلیب عیسیٰ علیہ السلام'' یعنی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو کہ نص قرآنی کے خلاف ہے، لہٰذا تشبہ بالکفار کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی مذہبی یادگار اور مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے بھی پہننا جائز نہیں:

''وعنه (أي: عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله ﷺ: ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ'' أي: مَنْ شَبَّهَ نَفْسَهُ بِالْكُفَّارِ، مثلاً: فِي اللِّبَاسِ وَغَيْرِهِ، أو بِالْفُسَّاقِ أَوْ

بِالْفُجَّارِ، أَوْ بِأَهْلِ التَّصَوُّفِ وَالصُّلَحَاءِ الأَبْرَارِ. "فَهُوَ مِنْهُمْ"، أي: في الإِثْمِ وَالْخَيْرِ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٤٣٤٧، ٨/١٥٥، رشيدية)

البتہ اگر ادارہ یا حکومت کی طرف سے پابندی ہو، نہ لگانے پر سزا دی جاتی ہو، یا کوئی اور رکاوٹ بنتا ہو تو اس صورت میں لگانے والے پر گناہ نہیں ہوگا؛ بلکہ اس ادارے یا حکومت کے ارکان پر گناہ عائد ہوگا، جس نے ایسا ضابطہ بنایا۔ (فتاویٰ محمودیہ، باب اللباس، ٹائی کا استعمال: ۱۹/۲۹۰، ادارۃ الفاروق)

ساڑھی پہننے کا حکم

سوال: تشبہ لباس وغیرہ کے بارے میں ایک استفسار یہ ہے کہ عورتوں کے لیے پیچ دار پائجامہ اور ساڑی جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹی ساڑھی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں ناجائز ہے۔ جہاں عام ہے، ان کا شعار نہیں، وہاں جائز ہے۔ پھر اگر پردہ پورا ہو تو اس سے نماز بھی درست ہے۔ فقط: واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ محمودیہ، باب اللباس، فساق وفجار کا شعار: ۱۹/۲۹۰، ادارۃ الفاروق)

❁ ❁ ❁